صوفی عبدالمجید پروین رقم-کلامِ اقبال کے ایک خطاط

محمد مسعود الحسن بدر

اٹھارہویں انیسویں صدی عیسوی میں لاہور شہر خوش نویسی اور فنِ خطاطی کا مرکز رہا ہے۔ خاص طور پر اخبارات میں کتابت ایک خاص اہتمام سے ہوا کرتی تھی اور اس شہر میں فنِ خطاطی کا عروج یہاں سے نکلنے والے روزناموں کی وجہ سے تھا۔[۱] اس دور کے شعراء اور ادیب زیڈ کی نِب اور سیاہی کا استعمال کرتے تھے اور غالب سے لے کر اقبال تک بہت اچھے شکستہ نویس تھے۔[۲] علامہ کے کلام کے پہلے کاتب منشی فضل الٰہی مرغوب تھے[۳] جب کہ علامہ اقبال کی زیادہ تر شاعری کی کتابت منشی عبدالمجید رقم نے کی۔[۴] علامہ اقبال کے شعری مجموعے زبورِ عجم کی کتابت محمد صدیق الماس رقم[۵] نے کی۔[۶] تاج الدین زریں رقم نے علامہ اقبال کی معروف نظم "شکوہ جوابِ شکوہ" کو خوب صورت انداز میں کتابت کیا جس کی ایک کاپی آج بھی علامہ اقبال میوزیم میں موجود ہے[۷] حاجی دین محمد لاہوری آپ کے پوسٹر ڈیزائن کرتے تھے۔[۸]

علامہ اقبال اپنے شعری مجموعوں کی کتابت و طباعت کے سلسلے میں خاصا اہتمام کرتے تھے۔ اسرارِ خودی (اشاعت:۱۲ ستمبر ۱۹۱۵ء) اور رموزِ بے خودی (۱۰ اپریل:۱۹۱۸ء) حکیم فقیر محمد چشتی نظامی[۹] کی نگرانی اور اہتمام سے شایع ہوئیں۔ بانگِ درا (اشاعت: ستمبر ۱۹۲۴ء)، بالِ جبریل (جنوری ۱۹۳۵ء) اور ضربِ کلیم (۱۹۳۵ء) کے پہلے اڈیشنوں کے ناشر علی الترتیب ممتاز علی اینڈ سنز لاہور، تاج کمپنی لاہور اور کتب خانہ طلوعِ اسلام لاہور تھے۔ بعد ازاں اقبال نے اپنی جملہ تصانیف کی طباعت و اشاعت کا کام لاہور کے معروف ناشر شیخ مبارک علی[۱۰] کے سپرد کر دیا تھا۔ شعری مجموعوں کی کتابت بالالتزام وہ خود کراتے اور کاپیوں کی تصحیح کے بعد انھیں ناشر کے سپرد کر دیتے۔ اسرارِ خودی کے پہلے اڈیشن کی کتابت منشی فضل الٰہی مرغوب رقم[۱۱] نے کی۔ مابعد شعری مجموعوں کی کتابت کے لیے علامہ اقبال نے عبدالمجید کاتب (بعد ازاں پرویں رقم) کا انتخاب کیا۔ انھوں

نے رموزِ بیخودی (۱۰ اپریل ۱۹۱۸ء) سے کلامِ اقبال کی کتابت کا آغاز کیا۔ اس وقت ان کی عمر اٹھارہ برس تھی۔[۱۲]

حالات و آثار

"پرویں رقم" کا اصل نام منشی عبدالمجید تھا۔ آپ ۱۹۱۰ء میں ایمن آباد ضلع گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد منشی عبدالعزیز اور دادا مولوی پیر بخش بھی خوش نویس تھے[۱۳] جو امین آباد کے رہنے والے تھے[۱۴] آپ کا خاندان برِ صغیر پاک و ہند کے ایسے معدودے چند خاندانوں میں سے ایک ہے جن کی عظمت و برتری کا علم نسل در نسل برِ صغیر پاک و ہند پر صدیوں سے لہرا رہا ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب سات واسطوں سے مولوی حافظ محمد عارف خوش نویس عہدِ مغلیہ سے جا ملتا ہے۔ اس خاندان سے بعض کو مغل شہزادوں کے معلم ہونے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ منشی عبدالمجید پرویں رقم مرحوم ابنِ خلیفہ عبدالعزیز خوش نویس نے آبائی پیشہ ہی اختیار کیا۔ اور ابتدا میں حافظ خلیفہ نور احمد (م،۱۹۱۵ء) کے آگے زانوئے تلمذ تہہ کیا۔ اور اِس فن کو بامِ عروج تک پہنچانے کے لیے شب و روز مشق میں منہمک رہنے لگے۔

یہاں تک کہ مروجہ طرزِ قدیم میں کمال حاصل کر چکنے کے بعد اس طرز میں مزید دل کشی اور جاذبیت آفرینی کے لیے آمادہ ہوئے۔ چنانچہ اسے عملی جامہ پہنانے کی خاطر شفاءالملک حکیم فقیر محمد صاحب چشتی مرحوم جو فنِ طبابت میں عدیم النظیر دستگاہ رکھنے کے علاوہ ایک اچھے ادیب، بلند پایہ مصور اور خطِ نستعلیق میں اجتہاد کا درجہ بھی رکھتے تھے کی خدمت میں حاضر ہو کر ان سے مشورہ کے طالب ہوئے۔ حکیم صاحب نے ان کے اس اقدام پر آفرین کہی اور اپنے گراں قدر مشوروں سے نوازا[۱۵] بلکہ بعض پیچ دار مرکب حروف کے خاکے بھی خود ہی تیار کر کے دیے۔ ملتان کے مشہور خوش نویس فتح علی سے بھی بعض اوقات منشی صاحب مشورہ لیا کرتے تھے[۱۶] اور اس طرح اپنی مساعی جمیلہ اور خداداد ذہانت بروئے کار لا کر اس فن میں ایک نئی طرز کے بانی ہوئے۔ جو پیش رووں سے قدرے مختلف مگر خوب صورت اور جاذبِ نظر ہے۔ پروین رقم فرمایا کرتے تھے کہ:

میری لکھائی میں خیال حکیم صاحب کا اور قلم میرا ہوتا ہے۔[۱۷]

چونکہ آپ فطرتاً کم گو، صوفی منش، علم دوست، درویش مزاج اور بالغ النظر انسان تھے، اس لیے شفاءالملک مرحوم کو ایسی ممتاز ہستی اپنی رفاقت کے لیے بہت پسند آئی۔ پرویں رقم کا خطاب برِ صغیر کے ادیب مولانا غلام رسول مہر نے حکیم فقیر محمد چشتی کی فرمائش پر تجویز کیا۔[۱۸] اُن کی پیدائش ایک ایسے خاندان میں ہوئی جسے مسلسل کئی پُشتوں سے فنِ خطاطی کو عروج بخشنے کا فخر حاصل رہا۔ انھوں نے حریرِ

خامہ سے وہ جوہر دکھائے کہ وہ فنِ خطاطی کے اِمام اور شاہنشاہ بن گئے۔

انھوں نے اپنی خداداد صلاحیت سے فنِ خوش نویسی میں ایک نئی طرز کی بنیاد رکھی جسے 'لاہوری طرز' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے آج ہر خطاط انھی کے طرز کی پیروی کرنے کی کوشش کرتا ہے[۱۹] مگر بعد میں اپنے اکثر شاہکاروں کے نام کے ساتھ حکیم فقیر محمد چشتی کی شاگردی پر فخر کا اظہار کی۔ درحقیقت وہ پیدائش ہی سے ایسا دماغ لے کر آئے تھے جو کسی اصلاح کا محتاج نہیں ہوتا جو ہر گوشے سے متمتع اور ہر خرمن سے حاصل کرلیتا ہے۔[۲۰]

یہ کہنا غلط نہیں کہ آج کا ہر خوش نویس طرز کے لحاظ سے انھی کا پیروکار ہے اُن کے صاحبزادے منشی محمد اقبال[۲۱] نے مزارِ اقبال کے فارسی اشعار بڑی خوبی سے لکھے ہیں۔ شاہِ ایران نے انھیں پسند فرمایا اور 'خوش نویسی خوب است' کے جملے سے دادِ کمال دی ہے۔[۲۲]

عبدالمجید نے ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی پھر فارسی کی بعض کتابیں پڑھیں۔ خوش نویسی کی طرف بیٹے کا فطری رُجحان دیکھ کر والد نے لاہور کے ایک نامور خطاط نستعلیق 'نور احمد' کے سپرد کر دیا۔

عبدالمجید خوش نویس نے اپنے میلانِ طبع اور محنت و شوق کے سبب بہت جلد خطاطی سیکھ لی اور باقاعدہ کتابت کرنے لگے۔ انھوں نے مرزا امام ویروی (م:۱۸۸۸ء) کے کتبوں اور قطعات کے تتبع میں خطِ نستعلیق میں مہارت بہم پہنچائی پھر اپنے خاندانی و شخصی اسلوب خط اور امام ویروی کے طرزِ نگارش کی آمیزش سے عبدالمجید نے ایک خاص اسلوب پیدا کیا۔[۲۳]

بعض روایات کے مطابق نو آموز کاتب اُن کے لکھے ہوئے اشتہار، دیواروں سے اُتار کر لے جاتے اور انھیں سامنے رکھ کر خطاطی کی مشق کرتے۔[۲۴]

سید انور حسین نفیس رقم کے بقول یہ حقیقت ہے کہ اس دور کا ہر چھوٹا بڑا خطاط، پروین رقم کے اسلوبِ نستعلیق سے کسی نہ کسی درجے میں متاثر ہے۔[۲۵]

عادات وخصائل

مولانا غلام رسول مہر اپنے ایک مکتوب میں 'عبدالمجید پرویں رقم' کے بارے میں یوں رقم طراز ہیں:

> عبدالمجید کی کیفیت یہ تھی..... میانہ قد مائل بہ پستی، دبلا پتلا جسم، داڑھی تھی مگر ہلکی، سر پر پگڑی باندھتے تھے اور عموماً تنگ آستینوں والا کرتا اور شرعی پاجامہ (نہ کہ شلوار) پہنتے تھے۔ سردیوں میں کوٹ پہن لیتے تھے۔ لباس سادہ سا تھا۔ میں نے انھیں ہمیشہ کم سُخن پایا یعنی بات کم کرتے تھے۔[۲۶]

پرویں رقم جتنا خوب صورت لکھتے تھے، اتنے خوب صورت آپ خود بھی تھے اور آپ کی سیرت

اس سے بڑھ کر خوب صورت تھی۔ قدرتِ کاملہ نے آپ کو سیرتِ حسنہ کی دل نشیں اداؤں سے نوازا تھا۔ باغ و بہار شخصیت تھے، طبیعت میں کوئی تکلف نہ تھا۔ اپنا ہو یا بیگانہ سبھی سے بڑے خلوص سے ملتے تھے۔ نہایت منکسر المزاج تھے۔ کسی کو ذرا دکھ میں دیکھ لیتے تو تڑپ جاتے۔ عادات و اطوار میں اپنے اسلاف کی پاک بازی اور شرافت کا شان دار مظہر تھے۔ لہو و لعب اور کھیل تماشا سے ہمیشہ نفور رہے۔ عبادات و اذکار میں مصروف رہتے۔ اپنے مرشد کے بتائے ہوئے وظائف پر سختی سے عمل کرتے تھے۔ کوئی آپ کی تعریف کرتا تو اسے معیوب گردانتے اور کسرِ نفسی سے کام لیتے۔ پنجابی زبان کا یہ شعر اکثر وردِ لب رہتا۔

ڈردے رہیے رب ڈاہڈے کولوں
متے پھٹ جائے ددھ کڑھ کے

ایک دفعہ اپنے ایک بے تکلف دوست شیخ مبارک علی تاجر کتب سے فرمایا:

مجھ میں تو کوئی خوبی نہیں صرف غیبی عنایت ہے۔[۲۷]

آپ کے کام کا طریقہ کار مختلف تھا۔ طبیعت میں ٹھہراؤ پاتے تو کام کرتے ورنہ توجہ نہ دیتے۔ تھکاوٹ محسوس کرتے تو کام چھوڑ دیتے، کیوں کہ فن کار جو کچھ اپنے شوق اور آمادگیِ طبع سے کرتا ہے وہ یادگار ہوتا ہے۔ پیشہ وری فن سے نزاکت خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ پروین رقم نہایت پُر وقار انداز سے مسند پر بیٹھتے۔ کمرے میں فرشی دری بچھی ہوتی تھی اُس پر اعلیٰ قسم کا قالین ہوتا، ٹیک لگانے کے لیے دو گاؤ تکیے رکھے ہوتے۔ ایک چھوٹے سائز کا قالین آپ کی عین نشست کی جگہ بچھا ہوتا۔ گدی میں پرندوں کے پَر بھرے ہوتے تھے اپنے بیٹھنے کو استعمال کرتے تھے۔

صبح کے وقت ہی کام پر بیٹھتے تازہ قلم تراشتے۔ مشق کی عادت شروع ہی سے اتنی پختہ تھی کہ کام کرنے سے پہلے اپنے آخری وقت تک تھوڑی سی مشق کرتے۔ نئی چیز لکھنے کے لیے دائرہ منتخب کرتے، جو دائرہ مناسب ہوتا، تحریر کے تمام دائرے عین اُسی کے مطابق بناتے جتنا آسانی سے لکھا جا سکتا، لکھتے۔

مولوی محمد افضل خوش نویس تلمیذ پرویں رقم بیان کرتے ہیں:

میں روزنامہ انقلاب لاہور میں ملازم تھا۔ مجھے مولانا غلام رسول مہر جو ان دنوں انقلاب کے مدیرِ اعلیٰ تھے نے آپ کے پاس ایک نظم لکھوانے کے لیے بھیجا۔ پرویں رقم کتابت کرنے لگے تو احتیاط کے پیشِ نظر مجھے مخاطب ہو کر کہا "دیکھنا افضل ذرا خیال رکھنا میرا قلم کسی لفظ پر دوبارہ تو نہیں لگتا" قلم کا ایک حرف پر دوبارہ لگنا آپ کے نزدیک فنی عیب تھا۔ جس سے ہمیشہ پرہیز فرماتے تھے کہ قلم دوبارہ لگنے سے

الفاظ کی نزاکت ختم ہو جاتی ہے۔[۲۸]

عصر کی نماز کے بعد عموماً کام نہ کرتے۔ کتابت اکثر باوضو ہو کر کرتے۔ حضرت سید علی الھجویری المعروف داتا گنج بخش کے مزار کے کتبات باوضو ہو کر کتابت کرتے رہے۔[۲۹]

آپ کو اچھے اچھے صوفیانہ اشعار حفظ تھے۔ جنھیں کام کرتے وقت پڑھتے رہتے تھے، کبھی صرف گنگناتے، کبھی بلند آواز سے پڑھتے۔ ان اشعار سے آپ کا ذوقِ لطیف اُجاگر ہوتا ہے۔ جو اشعار آپ کو بالعموم یاد تھے آپ نے انھیں قطعات کی صورت میں پیش کیا۔ مثال کے طور پر یہ اشعار ملاحظہ ہوں۔

مرا ز پیرِ طریقت نصیحتے یاد است
کہ غیر یادِ خدا است ہر چہ برباد است
نوازشِ دلِ ما کُن کہ دل نواز توئی
بساز کارِ غریباں کہ کارساز توئی

حافظ شیرازی کا یہ شعر پرویں رقم نے اپنی طبیعت کی جولانی کے ساتھ ایک قطعہ کی صورت میں جلی قلم کے ساتھ لکھ دیا اور اپنے دوست نوازش خان صاحب کو یہ کہتے ہوئے تحفتاً دیا کہ :

میں نے یہ تیرے لیے لکھا ہے دوسروں کے لیے نہیں۔[۳۰]

یہ واقعہ غالباً ۱۹۳۵ء کے بعد کا ہے، خان صاحب نے نہایت محبت و خلوص سے شیشہ میں سجا کر اپنے گھر کی زینت بنالیا۔

طرزِ جدید کا موجد

منشی عبدالمجید پرویں رقم نے قدیم طرز کو جدید طرز کا لباس پہنانے اور اس میں ترمیم کرنے کی خاطر باقاعدہ پروگرام بنایا۔ مفرد و مرکب حروف و الفاظ کے خاکے مرتب کیے۔ پہلے حروف کے دائرے شمسی ہوتے تھے آپ نے انھیں بیضوی طرز میں ڈھالا، اُن میں جاذبیت اور توازن پیدا کیا۔ سالہا سال کی عرق ریزی و دیدہ کاوی کا یہ نتیجہ ہوا کہ وہ قدیم طرزِ تحریر کو بدلنے میں کام یاب ہوئے۔ لہٰذا بجا طور پر پرویں رقم طرزِ جدید کے موجد کہے جانے کے مستحق ہیں۔[۳۱]

ممتاز خطاط سید انور حسین نفیس رقم مرحوم فرماتے ہیں:

جناب پرویں رقم کو اس فن میں "اجتہاد" کا مقام حاصل ہے۔ انھوں نے خطِ نستعلیق کو ایک جدید اور دل کش طرزِ نگارش سے آراستہ کیا۔ خوش نویسانِ لاہور کی بہت بڑی تعداد نے ان کے اسلوبِ تحریر کو قبولِ عام کی سند دی۔ چنانچہ جناب پرویں رقم نے خطِ پروینی ہی اختیار کیا۔[۳۲]

حافظ محمد یوسف سدیدی مرحوم اپنے ایک مضمون "عہدِ اسلامی میں خطاطی" میں تحریر کرتے ہیں:

عبد المجید رقم لاہوری عہدِ برطانیہ کے بہت ماہر گزرے ہیں۔ انھوں نے نستعلیق میں بہت سی تبدیلیاں کیں اور نئی طرزِ تحریر کے جوڑ اور پیوند لگائے۔ یہاں کے خطاط عبد المجید پروین رقم کے مقلد ہوئے اور بکمالِ خوبی اس طرزِ تحریر کو اپنایا۔[۳۳]

حاجی محمد اعظم نے بہ روایت مولانا ظفر اقبال صاحب راقم الحروف کو یہ دل چسپ واقعہ سنایا کہ ۱۳۵۴ھ میں انجمن حمایت اسلام کی طرف سے آفسٹ پیپر پر سب سے پہلا عکسی نسخہ قرآنِ مجید شایع ہوا۔ خطِ نستعلیق میں پرویں رقم کو منتخب کیا گیا تھا۔ آپ نے نہایت ذوق و شوق سے فرائضِ کتابت ادا کیے۔ آغاز میں سابق سیکرٹری انجمن حمایت اسلام مولانا ظفر اقبال نے تعارفی سطور قلم بند کرتے ہوئے لکھا:

خطِ نستعلیق کے لیے پنجاب کے بہترین خوش نویس منشی عبد المجید صاحب ملقب بہ پرویں رقم کو منتخب کیا گیا۔ جنھوں نے نہایت ذوق و شوق سے فرائضِ کتابت ادا کیے۔[۳۴]

بیعت

عبد المجید پروین رقم مرحوم چشتی نظامی سلسلۂ تصوف کے شیخ کامل حافظ غلام محی الدین قصوری کے دستِ حق پرست پر بیعت ہوئے۔ یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ حافظ صاحب مرحوم نے ہی علامہ اقبال کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ علامہ اقبال مرحوم کی کتابوں کی کتابت کی سعادت اگر 'پرویں رقم' کے حصے میں آئی تو علامہ مرحوم کی نمازِ جنازہ پڑھانے کا شرف 'پرویں رقم' کے شیخ طریقت کو حاصل ہوا۔[۳۵]

خطاب 'پرویں رقم'

ابتدا میں آپ نے 'خوش رقم' خطاب اپنایا[۳۶] بعد میں مولانا غلام رسول مہر نے حکیم فقیر محمد چشتی مرحوم کی فرمائش پر صوفی عبد المجید کے لیے 'پرویں رقم' کا خطاب تجویز کیا جسے حکیم صاحب نے پسند کیا اور یہی خطاب دیا گیا۔ مولانا غلام رسول مہر اس حوالے سے اپنے ایک مکتوب (محررہ ۱۱ مارچ ۱۹۶۵ء) میں لکھتے ہیں:

"پرویں رقم"، حکیم صاحب مرحوم کے شاگرد تھے۔ خطاطی میں بھی حکیم صاحب کو کمال حاصل تھا۔ یہ خطاب حکیم صاحب نے ہی دیا تھا اور اگر اسے نمائش نہ سمجھا جائے تو عرض کروں کہ حکیم صاحب نے خطاب مجھ سے تجویز کرایا تھا یعنی "پرویں رقم" میرا تجویز کردہ ہے۔[۳۷]

مولانا غلام رسول مہر اپنے ایک اور مکتوب محررہ ۱۶ مارچ ۱۹۶۵ء میں رقم طراز ہیں:

حکیم صاحب نے جب فرمایا کہ کوئی عمدہ اور بالکل نیا خطاب تجویز کرو، میں اپنے اس شاگرد کو دینا چاہتا ہوں تو عبد المجید مرحوم بھی موجود تھے۔ میں کچھ دیر سوچتا رہا۔ یہ یاد نہیں کہ اس وقت یا دوسرے تیسرے دن (کیونکہ میں اس زمانے میں روزانہ حکیم صاحب کے پاس جایا کرتا تھا) میں نے بیٹھے بیٹھے 'پرویں رقم' تجویز کیا۔ حکیم صاحب اور عبد المجید دونوں بے حد خوش ہوئے۔ یہی خطاب دیا۔ غالباً اس کے لیے کوئی خاص مجلس آراستہ نہیں ہوئی تھی۔[۳۸]

مولانا نے ایک صحبت میں مجھ سے بیان فرمایا کہ میں نے 'ثریا رقم' اور 'پرویں رقم' کے خطابات تجویز کیے تھے۔ حکیم صاحب نے 'پرویں رقم' پسند فرمایا اور یہی خطاب دیا گیا۔ یہ مارچ ۱۹۲۸ء کی بات ہے۔ اس کا تذکرہ انقلاب کے سالِ گرہ نمبر مورخہ ۲۳ مارچ ۱۹۲۸ء کے "تشکر" میں کیا گیا۔ اس خطاب کے عطا ہونے کے بعد 'پرویں رقم' نے اسی سال حروفِ تہجی کی ایک بدیع المثال مشق ایک نہایت نفیس اور دبیز کاغذ پر لکھ کر بڑے اہتمام سے چھپوائی۔ جس کے درمیان میں اپنی چھوٹی سی عکسی تصویر بھی دی اور اسے چوک جھنڈا لاہور سے شایع کیا اور اس ارزانی کے دور میں اس مشق کی قیمت ایک روپیہ مقرر کی جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ 'پرویں رقم' کو اپنی قدر و قیمت کا خود بھی اندازہ تھا۔[۳۹]

اسی قسم کا ایک اور واقعہ خوانندگان کی دل چسپی کے لیے نقل کیا جاتا ہے جس کی تائید جناب سید نفیس الحسینی صاحب (سرپرستِ اعلیٰ الرشید) بھی کرتے ہیں۔ یہ واقعہ مولانا ظفر اقبال مرحوم نے پرویں رقم کے تلمیذِ رشید برادرم الحاج محمد اعظم منوّر رقم سے از خود بیان کیا کہ اسلامیہ پارک چوبرجی میں میری رہائش گاہ زیرِ تعمیر تھی۔ میں اس کے لیے پتھر لکھوانے کے لیے "پرویں رقم" کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پتھر ساتھ لیتا گیا اور درخواست کی کہ اس پر "فصیح منزل" کتابت کر دیں۔ آپ نے اس کا محنتانہ دو سو روپے طلب کیا۔ میں نے کہا کہ میں تو صرف پچیس روپے بطور حق الخدمت دے سکتا ہوں۔ اس سے زیادہ کی میرے بس کی بات نہیں۔ کیونکہ میں محض ایک اسکول ٹیچر ہوں جس کی تو تنخواہ بھی اتنی نہیں میں دو سو روپے کیسے ادا کر سکتا ہوں۔ آپ راضی نہ ہوئے میں پتھر اُٹھا کر واپس لے آیا۔ میری رہائش گاہ تعمیر ہو گئی اور میں اس میں منتقل بھی ہو گیا البتہ پتھر کی جگہ خالی چھوڑے رکھی۔ اس واقعہ کے کم و بیش ایک سال بعد کرنا خدا کا کیا ہوا کہ ایک روز مسجد خراسیاں (اندرون لاہوری گیٹ) کے پاس ہم دونوں کا آمنا سامنا ہو گیا علیک سلیک کے بعد پرویں رقم صاحب نے پوچھا مولوی صاحب! پتھر لگوا لیا؟ میں نے کہا "نہیں" کہنے لگے لاہور میں اچھے اچھے کاتب ہیں تاج الدین زریں رقم ہیں، محمد صدیق الماس رقم ہیں ان سے لکھوا لیتے۔ میں نے کہا، مجھے تو صرف آپ سے لکھوانا تھا۔ جب آپ نے انکار کر دیا تو میں نے پتھر لکھوانے کا خیال ہی دل سے نکال دیا۔ یہ جواب سُن کر پرویں رقم بہت متاثر

ہوئے اور آپ نے کہا کہ آپ نے فن کی قدر کی جاؤ پتھر لے آؤ۔ میں (پچپیس ہی میں۔۔۔ بقول مہر صاحب) لکھ دوں گا چنانچہ میں دوبارہ پتھر لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے لکھا اور واقعی بے مثل لکھا۔ اس واقعہ کی تصدیق مولانا غلام رسول مہر کے روزنامچہ مورخہ ۱۳ دسمبر ۱۹۷۰ء کے اشارات سے بھی ہوتی ہے۔ (یاد رہے کہ مولانا ظفر اقبال کے والد مشہور مصنف و مؤلف مولانا غلام قادر فصیح تھے۔ ان کے نام کی نسبت سے اپنی رہائش گاہ کا نام "فصیح منزل" رکھا۔)[۴۰]

تلامذہ عبدالمجید پروین رقم

آپ کے بے شمار شاگرد تھے۔ جن میں خوشی محمد خوش رقم مرحوم اور جناب حاجی محمد اعظم صاحب منور رقم (ان کے جانشین کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے۔ خطاطی کی مختلف نمائشوں میں خصوصی انعامات، میڈل اور تعریفی اسناد حاصل کر چکے ہیں) صوفی عبدالرشید لطیف رقم، محمد اقبال ابنِ پروین رقم، خلیفہ احمد حسین سہیل رقم، عبدالحفیظ زریں رقم، غلام محمد پری محل والے، مولوی عبدالرحمٰن، فضل الٰہی، عبدالحفیظ، عاشق حسین رئیس القلم، محمد رفیع، حکیم مظفر عزیز، محمد اعظم نسیری، حاجی منور اعظم، حافظ محمد اعظم رئیس القلم، محمود اللہ صدیقی، محمود رقم، محمد معصوم، مولوی عبدالرحمٰن وغیرہ قابلِ ذکر ہیں۔[۴۱]

کلامِ اقبال کی کتابت

رموزِ بےخودی (طبع اول: ۱۰ اپریل ۱۹۱۸ء) علامہ اقبال کی پہلی کتاب ہے جسے پروین رقم نے کتابت کیا[۴۲] بعد ازاں پیامِ مشرق (۱۹۲۳ء)، بانگِ درا (۱۹۲۴ء)، مسافر (۱۹۳۴ء)، بالِ جبریل (۱۹۳۵ء) اور ارمغانِ حجاز (۱۹۵۸ء) کے پہلے اڈیشنوں کی کتابت بھی پروین رقم نے کی البتہ زبورِ عجم (۱۹۲۷ء)، جاوید نامہ (۱۹۳۲ء) اور ضربِ کلیم (۱۹۳۶ء) کے اولین اڈیشن بعض دوسرے خوش نویسوں کے قلم سے ہیں۔ غالباً "پروین رقم" کی علالت یا اُن ایام میں لاہور میں اُن کی غیر موجودگی کے سبب ایسا ہوا، ورنہ علامہ اقبال کے نزدیک وہ لاہور کے سب سے بہتر کاتب تھے۔ علامہ اپنے ایک خط میں رقم طراز ہیں کہ:

> عبدالمجید کاتب۔۔۔۔ میرے نزدیک لاہور میں سب سے بہتر ہے۔[۴۳]

مولانا گرامی کے کلام کی کتابت کے لیے بھی اقبال نے بیگم گرامی کو ایک خط میں 'عبدالمجید پروین رقم' کا نام تجویز کیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

کتابت مشہور خوش نویس منشی عبد المجید رقم کریں گے۔ [۴۴]

تاہم اقبال سے منسوب یہ قول بے بنیاد ہے کہ:

پروین رقم میرے اشعار کی کتابت نہیں کریں گے تو میں شاعری ترک کر دوں گا۔ [۴۵]

غلام سرور راہی نے بھی کچھ اسی قسم کی روایت نقل کی ہے کہ:

اگر پروین رقم میری کتابوں کی خطاطی چھوڑ دیں تو میں شاعری ترک کر دوں گا۔ [۴۶]

بالِ جبریل کی کتابت شروع ہوئی تو خط اور قلم پسند کروانے کے لیے پروین رقم نے ایک صفحہ لکھ کر اپنے عزیز شاگرد خوش نویس خوشی محمد خوش رقم کو علامہ کی خدمت میں بھیجا حکیم الامت نے کتابت شدہ ورق دیکھتے ہوئے فرمایا:

جو عالمِ ایجاد میں ہے صاحبِ ایجاد
ہر دور میں کرتا ہے طواف اُس کا زمانہ [۴۷]

حکیم الامت کی پیشین گوئی سچ ثابت ہوئی اور 'پروین رقم' کو وہ آفاق گیر شہرت نصیب ہوئی کہ آج بھی ایک زمانہ محوِ طواف ہے۔ دنیا میں اقبال سا ترجمانِ حقیقت نہ ہو گا اور نہ پروین رقم جیسا خوش نویس [۴۸]) علامہ کے 'پروین رقم' کو خراجِ تحسین کے حوالے سے شریف گلزار لکھتے ہیں:

علامہ اقبال نے انھیں 'خطاطِ مشرق' کا خطاب دیا۔ [۴۹]

مولانا غلام رسول مہر اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں کہ:

جس حد تک مجھے علم ہے حضرت علامہ مرحوم و مغفور نے دین محمد [۵۰] کاتب سے ایک کتاب لکھوائی غالباً زبورِ عجم [۵۱]، دین محمد عجیب بزرگ تھے۔ نہایت باکمال خطاط مگر اپنی مرضی کے آدمی تھے۔ گھر سے دہی لینے نکلے اور حج کو چلے گئے۔ کتاب کی تکمیل میں خاصی زحمت اُٹھانی پڑی۔ اس لیے پروین رقم کی طرف متوجہ ہوئے (ان کا نام عبد المجید تھا اور اس زمانے میں پروین رقم خطاب نہیں ملا تھا) ان کا خط نہایت عمدہ اور دل آویز تھا۔ پھر انھیں سے لکھواتے رہے۔ اگرچہ آخر میں ان کی طرف سے خاصی تاخیر ہو جاتی تھی۔ [۵۲]

یادگار کتبے

کتبہ دارالفرقان بیگم پورہ لاہور، فصیح منزل، مرکز تجلیات لوحِ مزار داتا گنج بخش اور مزار شریف کے چاروں طرف کے کتبات، مرکز تجلیات مزار پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی کے کتبات، سردار مسجد ساہی وال، لوحِ مرقد حکیم فقیر محمد چشتی، لوحِ مرقد سردار بیگم زوجہ شہاب الدین، شفا منزل آپ کے یادگار کتبے ہیں۔

اسی طرح ان کے کتابت شدہ بعض کتابوں، رسالوں اور اخبارات کے نام بھی، قابلِ ذکر ہیں۔ جیسے روزنامہ نوائے وقت دورِ اول، روز نامہ مساوات امرتسر، روزنامہ انقلاب، جامع اللغات، خزائن الادویہ، مشیر الاطبا، استاذ الاطبا، رسالہ بیسویں صدی، حکیم الامت علامہ محمد اقبال کی بیشتر کتب۔[۵۳]

جب نوائے وقت کا اجراء ہوا تو اس کی پیشانی جناب پروین رقم نے تحریر فرمائی تھی۔ اس کے علاوہ ادبی دنیا، نور التعلیم، رسالہ فیضِ عالم لاہور اور ہلالِ پاکستان کی پیشانی بھی جناب پروین رقم نے تحریر فرمائی تھی۔[۵۴]

آپ کے دورِ عروج سے پہلے پنجاب کی خوش نویس برادری غیر منظم تھی۔ کاتب حضرات اپنے حقوق کے تحفظ و حصول کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتے تھے۔ آپ کے دل میں اس طبقہ کی خوشحالی اور بحالیِ حقوق کا احساس پیدا ہوا۔ چنانچہ آپ کی سرپرستی میں سب سے پہلے "خوش نویس یونین" کا قیام عمل میں آیا۔[۵۵]

رقعاتِ اقبال بنامِ عبدالمجید پروین رقم

کلامِ اقبال کی طباعت کے دوران گاہے بہ گاہے علامہ اقبال عبدالمجید پروین رقم کو رقعات بھی لکھتے رہے۔ اقبال کے تین رقعات بنام شیخ مبارک علی انوارِ اقبال میں موجود ہیں[۵۶] اور کچھ رقعات ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی صاحب نے اقبالیات :تفہیم و تجزیہ میں' غیر مطبوعہ رقعات بنام پروین رقم' کے عنوان سے شامل کیے ہیں۔ اقبال ستمبر ۱۹۳۴ء میں اپنے ایک رقعے میں لکھتے ہیں[۵۷]

جناب پروین رقم صاحب

صفحہ ۱۶ پر جو جگہ رباعی کے لیے خالی ہے، وہاں مندرجہ ذیل رباعی لکھیے:

کرم تیرا کہ بے جوہر نہیں میں
غلامِ طغرل و سنجر نہیں میں
جہاں بینی مری فطرت ہے لیکن
کسی جمشید کا ساغر نہیں میں

محمد اقبال
۱۷ ستمبر [۱۹۳۴]

جنابِ کاتب

امید ہے کہ جو رباعی میں نے آپ کو ارسال کی تھی، وہ آپ نے صفحہ ۱۶ پر لکھ دی ہو گی۔ اس کاپی میں (جو واپس کر رہا ہوں) چار جگہیں خالی ہیں، اِن کو بھی پُر کرنا ہے، اِس واسطے مندرجہ ذیل تین رباعیاں بھیجتا ہوں اِن کو بھی اس کاپی میں لکھ دیں۔ اس خط کا جواب لکھیں جو جگہیں خالی رہ جائیں اُن کے لیے اور رباعیاں بھیجوں گا، کیونکہ خالی جگہ بُری معلوم ہوتی ہے۔

(1)

وہی اصل و مکان و لامکاں ہے
مکاں کیا شئے ہے؟ اندازِ بیاں ہے
خضر کیوں کر بتائے کیا بتائے
اگر ماہی کہے، دریا کہاں ہے

(2)

کبھی آوارہ و بے خانماں عشق
کبھی شاہِ شہاں نوشیرواں عشق
کبھی میداں میں آتا ہے زرہ پوش
کبھی عریاں و بے تیغ و سناں عشق

(3)

کبھی تنہائیِ کوہ و دمن عشق
کبھی سوز و سرور و انجمن عشق
کبھی سرمایۂ محراب و منبر
کبھی مولا علی خیبر شکن عشق

محمد اقبال

جنابِ کاتب،

میں اس سے پہلے بھی شاید چار رباعیاں بھیج چکا ہوں، پانچ آج بھیجتا ہوں کُل نو رباعیاں ہوئیں،

مگر اِن میں سے آپ نے ابھی تک ایک بھی درج نہیں کی۔ مہربانی کر کے جب پہلا حصہ ختم ہو جائے، تو سب کا سب میرے پاس ارسال کریں، تا کہ میں دیکھ لوں کہ رباعیاں کہاں کہاں درج ہوئی ہیں۔[۵۸] آپ کے لکھنے کی رفتار بہت سست ہے ۲۶ یا ۲۷ سطر یومیہ اوسط ہے، اگر یہ حال رہا تو کتاب مشکل سے ختم ہو گی۔ میرے خیال میں آپ کو کم از کم ایک کاپی روز لکھنی چاہیے یہ کوئی مشکل کام نہیں۔

محمد اقبال

(1)

عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر
شریکِ زمرۂ لا یحزنوں کر
خرد کی گتھیاں سلجھا چکا میں
مرے مولا مجھے صاحب جنوں کر

(2)

یہ نکتہ میں نے سیکھا بوالحسن سے
کہ جاں مرتی نہیں مرگِ بدن سے
چمک سورج میں کیا باقی رہے گی
اگر بیزار ہو اپنی کِرن سے

(3)

خرد واقف نہیں ہے نیک و بد سے
بڑھی جاتی ہے ظالم اپنی حد سے
خدا جانے مجھے کیا ہو گیا ہے
خرد بیزار دِل سے دِل خرد سے

(4)

یہی آدم ہے سلطاں بحروبر کا
کہوں کیا ماجرا اس بے بصر کا

نے خودبیں، نے خدابیں، نے جہاں بیں
یہی شہکار ہے تیرے ہنر کا؟

(5)

دمِ عارف نسیمِ صبح دم ہے
اسی سے ریشۂ معنی میں نم ہے
اگر کوئی شعیب آئے میسر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

اقبال نے شیخ مبارک علی کے نام تین رقعات میں بھی پرویں رقم کا ذکر کیا ہے۔[۵۹] اقبال لکھتے ہیں:

مکرم بندہ

۱۔ کاپی جو تیار تھی بھیج دیجیے تاکہ میں دیکھ لوں۔

۲۔ کاپی کے خالی حصے کے لیے جو شعر میں نے دیے تھے وہ کاپی میں لکھے گئے یا نہیں اگر عبد المجید (پرویں رقم) نے انھیں نقل کر لیا ہو تو وہ کاپی بھی بھیج دیں۔

۳۔ "خردہ"[۶۰] کا مسودہ مجھے بھیج دیجیے کہ اس میں اور چند اشعار کا اضافہ کر دوں۔

محمد اقبال

جناب شیخ مبارک علی صاحب

بانگ درا کی طباعت وغیرہ کا بل کریمی پریس کی طرف سے میرے پاس آ گیا ہے جس کو میں ادا کر دوں گا آپ اسے ادا کرنے کی زحمت گوارانہ کریں۔ لیکن عبد المجید صاحب کاتب کا بل ابھی تک میرے پاس نہیں آیا۔ اگر آپ نے ادا کر دیا ہے تو بہتر اگر ابھی تک ادا نہیں ہوا تو اطلاع دیجیے کہ اس سے بل منگوا کر ادا کر دیا جائے۔

والسلام محمد اقبال لاہور
۲۶ اگست ۲۴ء

مکرمی بندہ

مندرجہ ذیل کاغذ مرسل ہیں

۔۔۔۔۔۔ مہربانی کر کے عبد المجید[۶۱] سے میری طرف سے درخواست کیجیے کہ وہ اب اس کام کو ختم کر کے کہیں باہر جائے، اس سے پہلے نہ جائے کیونکہ اس تھوڑے سے کام کے لیے تمام کتابوں دیر ہو جائے گی۔ ایک دو دن کا کام ہے اور وہ آسانی سے ایک دو روز کے لیے اپنا سفر ملتوی کر سکتے ہیں۔ اگر ان کا روکنا

ناممکن ہو تو کیا یہ ممکن نہیں کہ پیشکش اور دیباچہ وغیرہ آپ اور کسی کاتب سے لکھوالیں؟ مجھے اندیشہ ہے کہ عبدالمجید کو سفر میں زیادہ دن لگ جائیں گے اور کام رکا رہ جائے گا۔ بہر حال میں یہ کام آپ پر چھوڑتا ہوں۔ اگر وہ ایک دو روز کے لیے اپنا سفر ملتوی کر دیں تو ان کی مہربانی ہے، نہیں تو جس طرح آپ مناسب سمجھیں کریں۔

والسلام

محمد اقبال

بزمِ پرویں

عبدالمجید پرویں رقم کے تلمیذِ رشید برادرم محمد اعظم منور رقم نے ' بزمِ پرویں' کے نام سے ایک سوسائٹی تشکیل دی اور اس کا نام [بزمِ پرویں] تجویز کیا اور یہی قایم رہا۔[۶۲] مولانا غلام رسول مہر سے بھی اس سوسائٹی کا نام تجویز کرنے کا کہا گیا مگر آپ نے اپنے ایک مکتوب محررہ ۳۱مارچ ۱۹۶۵ء میں جواب دیا کہ:

۔۔۔۔ میں تجویزِ اسم میں کوئی خاص صلاحیت نہیں رکھتا[۶۳]

'بزمِ پرویں' نے عبدالمجید پرویں رقم کی مشق کا از سرِ نو عکسی اڈیشن بھی شایع کروایا۔

وفات

یہ یگانۂ روز گار خطاط آخر ۴/اپریل ۱۹۴۶ء[۶۴] کولوہاری منڈی لاہور میں راہی ملکِ عدم ہوا۔[۶۵] پیر غلام دست گیر نامی نے آپ کی وفات پر یہ قطعہ تاریخ کیا۔[۶۶]

چو عبدالمجید از جہاں کرد رحلت
بگفتم کہ شد خوش قلم از جہانے
ز تاریخ فوتش چو پرسند نامی
بگو "رفت پرویں رقم از جہانے"

۱۳۶۵ء

جناب حمید نظامی مدیر روزنامہ نوائے وقت، لاہور نے اپنے اداریے میں اعتراف کیا کہ:

منشی عبدالمجید رقم بھی اِس ہفتہ انتقال کر گئے مرحوم کو فنِ کتابت میں موجد کا درجہ حاصل ہے۔[۶۷]

ریڈیو پاکستان پشاور سے آپ کی مؤقر شخصیت پر جو نشریہ پیش کیا گیا رسالہ آہنگ کے حوالے

سے اس میں یہ الفاظ موجود ہیں:

خطاطِ مشرق جناب خلیفہ عبد المجید پرویں رقم نے جنھیں ہم طرزِ جدید کا سب سے بڑا موجد مانتے ہیں، پچھلے تمام شاہی خوش نویسوں سے بڑھ کر اس فن کو کمال تک پہنچایا۔ اور رات دن کی محنت و کاوش سے پچھلی طرزِ تحریر ہی بدل ڈالی۔ خوش نویسی کو طرزِ جدید کے سانچے میں ڈھال کر نور علی نور بنا دیا۔ منشی صاحب موصوف اپنی طرز کے دنیا میں ایک ہی باکمال شخص تھے۔ جنھوں نے تمام عمر اس فن کی تکمیل میں صرف کر دی ۔[۶۸]

روزنامہ نوائے وقت نے اپنے اداریے میں لکھا:

آپ کی وفات پر ملک کے نامور حضرات کے علاوہ سینکڑوں علم دوست، حضرت مولانا غلام رسول مہر، مولانا محمد بخش مسلم، اور مولانا عبد المجید سالک بھی جنازہ میں شامل ہوئے۔ انھوں نے اظہارِ تعزیت کرتے ہوئے فرمایا آج فنِ کتابت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے میانی صاحب لاہور میں دفن کر دیا گیا ہے۔ اور شاید قیامت تک ایسا صاحبِ فن پیدا نہ ہو سکے۔[۶۹]

نوائے وقت کے اداریے کے مطابق تمام اردو انگریزی اخبارات، زمیندار، پربھات، پرتاپ،ٹریبیون،اورسول ملٹری گزٹ نے جلی سُرخیوں میں اس صاحبِ فن اور فنِ کتابت کی موت پر اظہارِ افسوس کیا۔[۷۰]

❁ ... ❁ ... ❁

حوالہ جات و حواشی

[۱] ڈاکٹر عبداللہ چغتائی، "خطاطی، ۱۷۰۷ء-۱۹۷۲ء"، تاریخِ ادبیاتِ مسلمانانِ پاک و ہند، فارسی ادب سوم، جلد ۵، پنجاب یونی ورسٹی لاہور، ۱۹۹۲ء، ص ۴۳۲

[2] Muhammad Iqbal Bhutta, "Iqbal. The Connoisseur Of Calligraphy", *Iqbal Review*, October 1998, Iqbal Academy Pakistan, Lahore, p. 77.

[۳] محمد اقبال بھٹہ، "کلامِ اقبال کے پہلے کاتب منشی فضل الٰہی مرغوب رقم"، زبان و ادب، ششماہی، نمبر ۱۷ جنوری ۲۰۱۶ء۔

[۴] محمد اقبال بھٹہ، کلام "اقبال زبورِ عجم کے خوش نویس، محمد صدیق الماس رقم"، اقبال ریویو، اکتوبر ۱۹۹۸ء، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، ص ۷۷۔

[۵] محمد صدیق الماس رقم جاکے چیمہ میں ۱۳۲۵ھ (۱۹۰۸ء) میں پیدا ہوئے۔ ان کے بہنوئی مولوی محمد اعظم اچھے خوش نویس تھے جو انھیں حکیم محمد عالم کے پاس گھوڑیا لہ لے گئے۔ جہاں انھوں نے خطاطی کی مشق

کی۔ پھر لاہور آ کر روزنامہ زمیندار کے ہیڈ کاتب مولوی محبوب عالم کے پاس قیام پذیر ہوئے جہاں انھوں نے حاجی دین محمد اور عبدالمجید پرویں رقم کی خطاطی کو دیکھا اور مشق جاری رکھی۔ الماس رقم کا خطاب انھیں زمیندار اخبار کا بورڈ لکھنے پر مولانا ظفر علی خان کی تجویز پر زمیندار کے نامور ایڈیٹر اظہار امرتسری نے دیا اور یہ خطاب پھر ان کے نام کا ایسا جزو بنا کہ لوگ اس کے بغیر ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے (میاں محمد یعقوب ایڈووکیٹ، محمد صدیق الماس رقم، روزنامہ امروز، لاہور، اشاعتِ خاص صفحہ آخر)

۶ میاں محمد یعقوب ایڈووکیٹ، "محمد صدیق الماس رقم"، روزنامہ امروز، لاہور، اشاعتِ خاص، صفحہ آخر۔

۷ علامہ اقبال شکوہ جوابِ شکوہ، کتابت از تاج الدین رقم، سلسلہ نوادرات نمبر، علامہ اقبال میوزیم لاہور۔

۸ محمد اقبال بھٹہ، "کاتبِ کُن فیکون، حاجی دین محمد خوش نویس"، اقبال ریویو، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، اپریل ۲۰۰۲ء ص ۱۳۹۔

۹ حکیم فقیر محمد چشتی نظامی (متوفی ۱۹۳۷ء) کو طب پڑھنے کا شوق اوائل عمر سے ہی تھا۔ اپنے وطن جگراؤں ضلع لدھیانہ سے عربی اور فارسی کی تعلیم پا کر حاذق الملک حکیم عبدالمجید خاں کی زیرِ نگرانی تعلیم پائی اور نسخہ نویسی پر مامور رہے۔ لاہور آ کر ذاتی مطب شروع کیا اور کامیاب علاج کیے۔ جلد ہی آپ کی طبی ذہانت کا شہرہ ہو گیا۔ اپنے دواخانہ میں خود ہی دوائیں تیار کرنے کا اہتمام کیا۔ اس فن میں یہاں تک کمال حاصل کیا کہ تمام معالجات صرف چودہ دواؤں میں محدود کر لیے تھے اور انھی کے ادل بدل یا اوزان میں کمی بیشی سے ہر مرض کا کامیاب علاج کرتے۔ حکومت نے ان کی طبی خدمات کے پیشِ نظر "شفاءالملک" کا خطاب دیا۔ خطاطی میں بھی انھیں درجۂ اجتہاد حاصل تھا۔ شعر گوئی سے بھی شغف تھا۔ مصوری سے بھی دل چسپی تھی۔ "شفاءمنزل" کے نام سے ایک بڑی عمارت پانی والا تالاب اندرونِ لاہور میں تعمیر کرائی تھی جس کا بڑا حصہ طبیہ کالج کو ہبہ کر دیا تھا۔ حکیم صاحب لاہور کی علمی و ادبی مجلسوں کے روحِ رواں تھے۔ مولانا مہر سے گہرے روابط تھے، علاج معالجہ میں بھی مولانا ان سے مشورہ لیتے۔ مولانا کی طبیعت بڑی حساس تھی۔ ذرا سی تکلیف پر بے چین ہو جاتے۔ ایک مرتبہ آشوبِ چشم کے عارضہ میں مبتلا ہوئے تو حکیم صاحب سے اپنی باطنی کیفیت کا یوں اظہار کیا۔

رہیں مدام نثار رہِ شفا منزل
ترے کرم سے اگر پا سکیں شفا آنکھیں

لوحِ مزار پر کندہ تاریخ وفات کے مطابق حکیم صاحب کی رحلت ۱۶ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو ہوئی۔ (نہ کہ ۱۵ ستمبر ۱۹۳۷ء کو) مولانا ہی نے لوحِ مزار کا قطعہ کہا جو کہ سات اشعار پر مشتمل ہے۔ اس کا مقطع ہے:

اس خاک پہ بخشش کے برستے رہیں انوار
اس خاک پہ رحمت کی گھٹا ہو گہر افشاں

آپ کو گورستان میانی صاحب میں سپردِ خاک کیا گیا۔

۱۰ شیخ مبارک علی (۱۸۹۲ـ۱۹۸۳) لاہور کے مشہور ناشر اور تاجر کتب۔ تعلیم سے فراغت کے بعد ریلوے اکاؤنٹس میں ملازم ہو گئے۔ ملازمت سے مستعفی ہو کر کتابوں کا کاروبار شروع کر دیا جو ابتدائی چھوٹے درجے کا تھا۔ ان کی کتابوں کی دکان لوہاری دروازے میں تھی۔ اقبال نے اپنی کتاب رموز بے خودی کی طباعت و اشاعت کا کام ان کے سپرد کر دیا۔ انھوں نے طبعِ اول کی فروخت کا وقت تین مہینے مقرر کیا تھا مگر تین ہی ہفتے میں مقررہ رقم اقبال کو پہنچا دی۔ اس کے بعد اقبال نے اپنی دوسری کتابوں کی اشاعت کے لیے بھی انھی کو منتخب کیا اور ان کی اندرون لوہاری دروازے کی دکان پورے برِ عظیم میں مقبول ہو گئی۔ اقبال کے علاوہ انھوں نے محمد حسین آزاد، مولانا شبلی اور دیگر مصنّفین کی اردو اور فارسی کتابوں کی طباعت و اشاعت بھی کی دار المصنّفین اعظم گڑھ کی کتابیں بھی انھی کے ذریعے فروخت ہوتی تھیں۔ ترجمان القرآن از مولانا آزاد کی دونوں جلدیں شیخ مبارک علی ہی کے توسط سے اہلِ ذوق تک پہنچیں۔ آخر میں انھوں نے اپنی مشہور دکان اپنی بیٹی اور داماد کے حوالے کر دی۔ اور خود انار کلی میں پبلشر یونائیٹڈ کا کام سنبھالا۔

ماخذ: پاکستانیکا انسائکلوپیڈیا، مرتبہ سید قاسم محمود، جلد اول ص: ۸۰۹

۱۱ علامہ کے کلام کے پہلے کاتب 'منشی فضل الٰہی مرغوب' تھے جو اپنے پریس مرغوب ایجنسی سے علامہ اقبال کی نظمیں کتابت کر کے شائع کرنے کا اہتمام کرتے اور پھر "انجمن حمایتِ اسلام" کے جلسوں میں فروخت کرتے۔ (محمد اقبال بھٹہ، "کلامِ اقبال کے پہلے کاتب منشی فضل الٰہی مرغوب رقم"، زبان و ادب، ششماہی، نمبر ۱۷، جنوری ۲۰۱۶ء)

۱۲ رفیع الدین ہاشمی، ڈاکٹر، اقبالیات: تفہیم و تجزیہ، اقبال اکادمی پاکستان، لاہور، طبع اول ۲۰۰۴ء، ص ۲۲۱۔

۱۳ آپ اپنے دادا مولوی محمد بخش کے بھائی خلیفہ نور احمد خوش نویس کے شاگرد ہوئے اور مسلسل آٹھ سال مشق کی۔ نیز دیکھیے۔ پاکستانیکا انسائکلوپیڈیا، مرتبہ سید قاسم محمود، ص ۸۷۔

۱۴ آزاد دائرہ المعارف ویکیپیڈیا۔

۱۵ گنجینۂ مہر، جلد اول مکتوب نمبر ۱۰۹، ص: ۲۵۱

۱۶ ملاحظہ ہو تعارف مخطوطات گیلری از ڈاکٹر انجم رحمانی۔ مطبوعہ عجائب گھر لاہور ۱۹۸۸ء)۔

۱۷ نقوش لاہور نمبر ص ۱۰۶۴ـ۱۰۵۵

۱۸ 'پرویں رقم' کا خطاب غلام رسول مہر نے تجویز کیا تھا یہ ۱۹۲۸ء کا واقعہ ہے (غیر مطبوعہ مکتوب محمد عالم مختار حق، ۱۲ اکتوبر ۱۹۹۵ء، بنام رفیع الدین ہاشمی) نیز دیکھئے گنجینۂ مہر مکتوب نمبر ۱۰۸ محررہ ۱۹۶۵ء، ص ۲۴۵۔

۱۹ کلیات مکاتیب اقبال، جلد دوم ص ۹۴۱۔

۲۰ نقوش، لاہور نمبر ص: ۱۰۵۴ـ۱۰۵۵۔

[۲۱] منشی محمد اقبال، عبدالمجید پرویں رقم کے شاگرد بھی اور چشم و چراغ بھی ہیں۔ مینارِ پاکستان پر نصب تختیاں بھی منشی محمد اقبال کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں نیز مزارِ اقبال میں اشعارِ اقبال کی کتابت بھی منشی محمد اقبال نے کی جن کا انتخاب چوہدری محمد حسین نے کیا۔[زندہ رود] (تلخیص) ص ۵۰۳۔

[۲۲] کلیات مکاتیب اقبال، جلد دوم، ص ۹۴۰۔

[۲۳] 'صوفی عبدالمجید رقم' تحقیق غلام سرور راہی، تحریر وحید احمد، روزنامہ امروز، لاہور، ۱۵اپریل ۱۹۸۵ء۔

[۲۴] "نوادرِ پرویں رقم" از محمد عالم مختار حق، ماہنامہ الرشید، لاہور، اپریل ۱۹۹۵ء۔

[۲۵] محمد عالم مختار حق کے مضامین، الرشید لاہور، اکتوبر اور دسمبر ۱۹۹۴ء۔

[۲۶] گنجینۂ مہر جلد اول ص ۲۵۶۔

[۲۷] ویب سائٹ عرضِ مصنف، عبدالمجید پرویں رقم از قلم صاحبزادہ نصرت نوشاہی

(http://arzemusannif.blogspot.com/2013/09/blog-post_591.html)

[۲۸] ایضاً۔

[۲۹] ایضاً۔

[۳۰] ایضاً۔

[۳۱] گنجینۂ مہر، جلد اول، ص: ۲۴۶۔

[۳۲] روزنامۂ کوہستان لاہور ۱۴جون ۱۹۶۴ء۔

[۳۳] دیکھیے حافظ محمد یوسف سدیدی کا مقالہ "عہدِ اسلامی میں خطاطی" روزنامہ امروز مورخہ ۱۵اگست ۱۹۵۰ء۔ مزارِ اقبال میں آیاتِ الٰہی کی خطاطی حافظ محمد یوسف سدیدی نے کی۔

[۳۴] ویب سائٹ عرضِ مصنف، عبدالمجید پرویں رقم از قلم صاحبزادہ نصرت نوشاہی

(http://arzemusannif.blogspot.com/2013/09/blog-post_591.html)

[۳۵] ایضاً۔

[۳۶] گنجینۂ مہر، جلد اول ص:۲۴۶۔

[۳۷] ایضاً ص : ۲۵۱۔۲۵۲۔

[۳۸] ویب سائٹ عرضِ مصنف، عبدالمجید پرویں رقم از قلم صاحبزادہ نصرت نوشاہی۔

(http://arzemusannif.blogspot.com/2013/09/blog-post_591.html)

[۳۹] گنجینۂ مہر، جلد اول ص ۲۴۵۔

[۴۰] ویب سائٹ اردو محفل/عبدالمجید-پروین- رقم

(http://www.urduweb.org/mehfil/threads/11008

[۴۱] اس وقت وہ "پرویں رقم" نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے کتاب پر نام "عبدالمجید" لکھا ہے۔ انھوں نے ۱۹۲۸ء میں اپنے نام کے ساتھ "پرویں رقم" لکھنا شروع کیا۔ بانگِ درا کے تیسرے اڈیشن (مارچ

۱۹۳۰ء) پر پہلی بار عبدالمجید کے ساتھ پرویں رقم نظر آتا ہے (اقبالیات: تفہیم و تجزیہ،ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی ص ۲۲۲)۔

[۴۲] مکاتیب اقبال بنامِ گرامی،ص ۲۵۶۔

[۴۳] ایضاً ص ۲۵۴۔

[۴۴] روزنامہ جنگ،لاہور،یکم اکتوبر ۱۹۸۱ء۔

[۴۵] روزنامہ امروز،لاہور،۵اپریل ۱۹۸۵ء۔

[۴۶] ویب سائٹ عرضِ مصنف،عبدالمجید پرویں رقم از قلم صاحبزادہ نصرت نوشاہی

(http://arzemusannif.blogspot.com/2013/09/blog-post_591.html)

[۴۷] کلیات اقبال،ص۶۷۹۔

[۴۸] ویب سائٹ عرضِ مصنف،عبدالمجید پرویں رقم از قلم صاحبزادہ نصرت نوشاہی

(http://arzemusannif.blogspot.com/2013/09/blog-post_591.html)

[۴۹] کتاب،لاہور،نومبر ۱۹۸۱ء۔

[۵۰] حاجی دین محمد نے حکیم احمد علی خان سے تعلیم و تربیت حاصل کی اور انھوں نے ہی آپ کو فنِ کتابت کی تحصیل کی طرف آمادہ کیا۔ چنانچہ آپ نے کتابت سیکھنے کے لیے حافظ نور احمد کی شاگردی اختیار کر لی اور قلیل مدت میں اپنی شبانہ روز محنت سے اس فن میں مہارت حاصل کر لی (پاک و ہند میں اسلامی خطاطی مصنف ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی۔ مطبوعہ کتاب خانہ نورس لاہور۱۹۷۶ءمیں استاد کا نام منشی عبدالغنی الملقب بہ نقو لکھا ہے) کتابت کے علاوہ آپ نے پینٹنگ کی بھی مشق کی اور کتبے اور سائن بورڈ لکھنے میں کمال حاصل کر لیا۔ جلی حروف میں کتابت ان کا خاص مشغلہ تھا۔ملک صلاح الدین ٹمبر مرچنٹ راوی روڈ کی دکانوں پر جلی خط کے نمونے ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔مسجد داتا گنج بخش (شہید شدہ) پر بھی ان کی خطاطی کے نمونے تھے۔ایک قطعہ وفات جامی لاہوری کا اس دیوار میں نصب تھا جو مسجد اور مزار کی حدِ فاصل تھا۔ ۱۹۲۶ءمیں علامہ اقبال نے پنجاب لیجسلیٹو کونسل کی رکنیت کا انتخاب لڑا تو حاجی صاحب نے نہایت قلیل عرصہ میں اتنا بڑا اشتہار لکھا کہ علامہ اقبال نے دیکھ کر حیرت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ حاجی صاحب تو [کاتبِ کُن فیکون] ہیں ادھر اشتہار سے کہا 'کُن' اور وہ ادھر اسی وقت 'فیکون' ہو گیا۔ان سے اس قسم کے کئی واقعات منسوب ہیں۔اس باکمال استاد کا انتقال لاہور میں یکم اگست ۱۹۷۱ءکو ۹۰ سال کی عمر میں ہوا۔انا للہ وانا الیہ راجعون۔

[۵۱] زبور عجم تو کیا حاجی دین محمد کاتب نے علامہ اقبال کی کسی کتاب کی کتابت نہیں کی بلکہ زبورِ عجم کے نقشِ اولین کی کتابت کا سہرا منشی محمد صدیق الماس رقم کے سر ہے(ماہنامہ خوش نویس لاہور مئی ۱۹۵۰ء)

[۵۲] گنجینۂ مہر، جلد اول ص ۲۴۵۔

[۵۳] ویب سائٹ عرضِ مصنف، عبدالمجید پرویں رقم از قلم صاحبزادہ نصرت نوشاہی
(http://arzemusannif.blogspot.com/2013/09/blog-post_591.html)

[۵۴] کالم ایم۔اے سلہری، ایوانِ عدل میں۔

[۵۵] ویب سائٹ عرضِ مصنف، عبدالمجید پرویں رقم از قلم صاحبزادہ نصرت نوشاہی
(http://arzemusannif.blogspot.com/2013/09/blog-post_591.html)

[۵۶] انوار اقبال صفحہ ۱۷۱۔ علامہ اقبال کے یہ تینوں خطوط علامہ اقبال میوزیم میں زیرِ نمایش ہیں (خطوطِ اقبال بنام پروین رقم، سلسلہ نوادرات نمبر علامہ اقبال میوزیم لاہور)۔

[۵۷] یہ رقعہ چندیوم بعد کا ہے، اندازاً ۲۰، ۲۱ ستمبر کا۔ اس میں اس چوتھی رباعی (عطا اسلاف کا جذبِ دروں کر) کے علاوہ، جس کا وعدہ ۱۷ ستمبر کے رقعے میں کیا گیا تھا مزید چار رباعیاں بھیجی گئیں، جو بالترتیب صفحہ ۲۶، ۲۸۔۳۲ اور ۱۲۵ پر درج کی گئیں۔

[۵۸] علامہ اقبال نے بالِ جبریل کے مسودے کے ساتھ کاتب صاحب کو بعض رباعیاں بھی دی تھیں تا کہ جن غزلوں کے آخر میں جگہ بچ جائے، وہاں رباعیات لکھ دی جائیں۔ پہلی دو کاپیاں (۱۶ صفحات) کتابت ہو کر ان کے پاس آئیں تو دیکھا کہ غزل نمبر ۷ (دگرگوں ہے جہاں۔۔۔) کے اختتام پر جگہ بچ گئی ہے چنانچہ انھوں نے ایک ایک اور رباعی اس ہدایت کے ساتھ ارسال کی کہ اسے صفحہ نمبر ۱۶ پر لکھ دیا جائے۔ یہ رقعہ اسی سلسلہ میں ہے۔

[۵۹] یہ تینوں خطوط شیخ مبارک علی صاحب تاجر و ناشر کتب لاہور کے نام ہیں جو اقبال کی کتابوں کی طباعت کیا کرتے تھے۔ یہ خطوط اسی کاروباری نوعیت کے ہیں۔

[۶۰] خردہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ پیامِ مشرق کی کتابت کے متعلق ہے جو پہلی بار ۱۹۲۳ء میں شایع ہوئی (بشیر احمد ڈار۔ انوار اقبال، ص ۱۷۱) لیکن ڈاکٹر رفیع الدین کے بقول یہ رقعات پیامِ مشرق [طبع دوم] کی کتابت کے سلسلے میں لکھے گئے۔ بشیر احمد ڈار کا یہ قیاس درست نہیں کہ یہ طبع اول کی کتابت سے متعلق ہیں، کیوں کہ 'خردہ' طبع اول میں موجود نہیں، دوسری اشاعت میں شامل کیا گیا ہے۔ دیکھئے: اقبالیات: تفہیم و تجزیہ، ص ۲۲۹۔

[۶۱] عبدالمجید پرویں رقم جس نے اقبال کی اکثر کتابوں کی کتابت کی۔

[۶۲] گنجینۂ مہر، جلد اول ص ۲۵۸۔

[۶۳] ایضاً۔

[۶۴] نقوش لاہور نمبر میں پرویں رقم کی تاریخِ وفات ۱۹۳۴ء لکھی ہے۔ دیکھئے ص نمبر ۱۰۵۴۔

[۶۵] محمد عالم مختار کے مضامین الرشید، لاہور، اکتوبر ۱۹۹۴ء اور دسمبر ۱۹۹۴ء۔

[۶۶] گنجینۂ مہر، جلد اول ص ۲۴۶۔۲۴۷۔

[۶۷] روزنامہ نوائے وقت، لاہور، اداریہ مورخہ ۹ اپریل ۱۹۴۶ء۔

[۶۸] ریڈیو پاکستان پشاور، یکم جون ۱۹۵۰ء۔

[۶۹] اداریہ نوائے وقت لاہور، ۱۹ اپریل ۱۹۴۶ء۔

[۷۰] ویب سائٹ عرضِ مصنف، عبدالمجید پرویں رقم از قلم صاحبزادہ نصرت نوشاہی
(http://arzemusannif.blogspot.com/2013/09/blog-post_591.html)